پروفیسر احمد سعید صاحب ایم۔ اے او کالج لاہور

حضرت تھانویؒ کی تعلیمات

اور

ہمارا معاشرہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی زندگی، ملفوظات اور مواعظ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ آپ نے ہمیشہ حقوق العباد کی ادائیگی پر بے حد زور دیا۔ ملفوظات میں جگہ جگہ اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ اور مشائخ کے یہاں تو بڑا اور بزرگ بناتے ہیں مگر میرے یہاں انسان بنانے پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں جو برائیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کے سدّباب کی جانب حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے بہت کوشش کی۔

زمانے کی ستم ظریفی ہے کہ ایک عام تاثر یہ پیدا ہو گیا ہے کہ دین صرف نماز روزہ اور حج کا نام ہے عملی زندگی سے دین کو ہم نے بالکل خارج کر دیا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اپنے ملفوظات اور مواعظ میں اسی مفروضہ کی بیشمار جگہ تردید کی کہ دین صرف روزہ نماز کا نام ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ معاشرت کو دین کا ایک اہم جزو خیال فرماتے تھے۔ فرمایا: "معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ روزہ نماز حج زکوٰۃ تلاوت نوافل، بس ان چند چیزوں کے متعلق احکام ہیں، آگے جو چاہیں کرتے پھریں جس کے معنی آجکل آزادی کے ہیں سو خوب سمجھ لو تم کو آزاد نہیں چھوڑا گیا، بلکہ شریعت نے ہماری گفتار رفتار نشست و برخاست لین دین کھانے پینے ہر چیز سے تعرض کیا ہے، شریعت مکمل قانون ہے۔" (الافاضات الیومیہ ص۲۰۴ ج۴)

فرمایا: آجکل عوام تو کیا خواص بھی سلیقہ کو دین نہیں سمجھتے۔ دین کی فہرست ہی سے خارج کر دیا ہے۔ چند چیزوں کا نام دین سمجھ رکھا ہے، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث میں اس کے متعلق تعلیم موجود ہے۔" (الافاضات الیومیہ جلد ۶ ص۲۲۳)

ایک اور جگہ فرمایا: "آجکل معاشرت کو تو دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے اسکی کوئی

اصل ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ احادیث میں ابواب کے ابواب معاشرت کی تعلیم میں مدون ہیں"۔۔۔۔
(الافاضات حصہ ششم صہ ۳۲۳)

فرمایا: "حسنِ معاشرت کو تو اچھے لکھے پڑھے لوگوں نے بھی دین کی فہرست سے نکال دیا ہے یہ باتیں دین سمجھی ہی نہیں جاتیں۔ محض روزہ، نماز، حج اور چند عقیدوں کو دین سمجھا جاتا ہے۔ آگے صفر۔ حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹھے ہوں محبت کی وجہ سے یا کسی مصلحت کی وجہ سے تو ان کے بیچ میں مت بیٹھو۔ تو جب ایسی ایسی ہلکی باتوں کی نصوص میں تعلیم ہے تو اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ دین میں حسنِ معاشرت کی تعلیم ہے کہ نہیں"۔ (الافاضات جلد ۴)

حضرت قدس سرہٗ حسنِ معاشرت کو جزو شریعت سمجھتے تھے، چنانچہ اس بارہ میں فرمایا:
"حسنِ معاشرت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت اور وحشت سے محفوظ رکھے۔ حسنِ معاشرت کا تعلق چونکہ عباد کی اذیت و راحت سے ہے اس لئے وہ بھی جزو شریعت ہے اور اصلاحِ معاشرت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچائے"۔ (فیوض الخالق۔ قسط ہشتم صہ ۲۴)

پابندیٔ وقت | یورپ میں لوگوں کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ وہ کام کر سکیں لیکن ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، وقت کو ضائع کرنا ہمارا قومی شعار بن چکا ہے۔ لیکن ایک دوسری مشکل یہ ہے کہ ہم لوگوں کو پابندیٔ وقت کی اہمیت کا بالکل بھی احساس نہیں ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی میں اس طرح کا نظام الاوقات مقرر کر رکھا تھا کہ جن حضرات کو آپ سے ملنے کا اتفاق ہوتا اس کو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس وقت فلاں کام سرانجام دے رہے ہوں گے اور فلاں کام فلاں مقررہ وقت پر سرانجام دیں گے۔

ایک مرتبہ خود فرمایا "میں نے نظام الاوقات کے سلسلہ میں کبھی کسی کو پریشانی میں نہیں ڈالا۔ جو انتظام ایک دفعہ ہو گیا اس کے خلاف کبھی نہیں کیا، اسی واسطے لوگوں کو میری تجویزوں پر اعتماد رہتا ہے۔"

وقت کی قدر و قیمت کے متعلق فرمایا: "بے کار وقت کا کھونا بہت بُرا ہے اگر کچھ بھی کام نہ ہو تو بھی انسان گھر کے کام میں لگ جائے۔ گھر کے کام میں لگنے سے دل بھی بہلتا ہے اور عبادت بھی ہے یہ مجمعوں میں بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں"۔

پابندیٔ وقت کے متعلق فرمایا: "ہر شخص اپنے وقت کا حساب کرے تو ثابت ہو جائے گا کہ نصف سے زیادہ وقت خراب ہوتا ہے۔ وقت کو خراب نہ کیا جائے تو بہت کام ہو جائیں۔

مگر پابندیٔ وقت ہم لوگوں نے ایسی چھوڑی ہے کہ اب اس کا کرنا نئی بات معلوم ہوتی ہے بعض باتیں قومی شعار ہو جاتی ہیں پھر سب اس کے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں، مسلمانوں کے لئے تضیع اوقات شعار ہو گئی ہے۔ اب کوئی وقت کی پابندی کرے تو اسکو نکو بنایا جاتا ہے۔" (حسن العزیز ج ۴ ص ۲۰۹)

مبہم بات | اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات واضح طور پہ نہیں کرتے بلکہ مبہم بات کرتے ہیں، جس سے سننے والے کو سخت مصیبت اور مشکل ہوتی ہے۔ حضرت تھانویؒ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ مبہم بات کی جائے۔ فرمایا: "کہ تکلفات اور رسومات نے تو معاشرت کا ناس کر رکھا ہے، مجھ کو مبہم بات سے ایسی پریشانی ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ لوگ زیادہ نہ بولنے کو آداب سمجھتے ہیں، یہ تکلفات ایرانیوں سے سیکھے ہیں۔ مبہم بات بھی سنت کے خلاف ہے ۔۔۔ دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کتنا واضح تھا مگر پھر بھی تین تین بار فرماتے تھے۔ چنانچہ دیکھئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا۔ آپ نے فرمایا کون ہے، اس نے کہا میں ہوں، آپ نے فرمایا میں میں کیا ہوتا ہے، اپنا نام لو۔ بعض لوگ آتے ہیں کہ اپنا خادم بنا لیجئے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرید کر لیں، مگر یہ کلام مجمل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے دامن میں لے لیجئے، اس کا تو مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ داماد بنا لیجئے۔ مجمل کلام بولنا تہذیب نہیں ہے تعذیب ہے۔" (کمالات اشرفیہ ص ۱۲۶)

فرمایا: میری طبیعت الجھی ہوئی باتوں سے بہت گھبراتی ہے، چاہتا ہوں کہ صاف صاف بات ہو خود بھی صاف بات کہتا ہوں۔ اور دوسروں سے بھی صاف بات کا منتظر رہتا ہوں۔ لوگوں کو صاف بات کہنے کی عادت نہیں۔ اکثر اسی پر میری لڑائی ہوتی ہے۔" (الافاضات جلد ۶ ص ۲۲۴)

صفائی | حضرت تھانوی قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں بیشمار جگہ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں کی اچھی عادات اور اصولوں کو غیروں نے اختیار کر کے ترقی کر لی ہے اور مسلمانوں نے اپنے ہی اصولوں کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ ان ہی اعلیٰ اصولوں میں ایک عادت صفائی کی بھی تھی فرمایا: "جسقدر غیر مسلم اقوام میں سب نے اسلام کے اصول لے لئے ہیں اور مسلمانوں نے چھوڑ دیئے ہیں۔ پریشان ہیں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ مدارس میں ایک انگریز مسلمان ہوا مسجد میں نماز کے لئے آیا۔ دیکھا کہ نالی میں صفائی نہ تھی۔ اس پر اس نے خادم مسجد سے کہا کہ ذرا صفائی رکھنا چاہیئے۔ تو جاہل لوگوں نے کہا کہ بڑا صفائی صفائی گاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تو عیسائی ہے۔ گویا مسلمان وہ ہے جس میں صفائی نہ ہو۔ میلا کچیلا رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لوگوں میں

بالکل حس نہیں رہا۔ دیکھئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ نظفوا فنیتکم۔ یعنی گھر سے باہر جو اس کے سامنے میدان ہے اسکو صاف رکھو سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اسقدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کس قدر مطلوب ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۵ صد ۳۴۷)

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دو اشخاص جب مصروف گفتگو ہوں تو آکر بیچ میں مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کو یہ بات سخت ناپسند تھی، آپ فرماتے تھے کہ اگر وہ حضرات مصروف گفتگو ہوں تو آنے والے شخص کو چپکے سے آکر بیٹھ جانا چاہئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ بیچ میں آکر سلام کر کے لٹھ سا مار دیا اور مصافحہ کرنے لگے یہ بڑی سخت بدتمیزی ہے اور ایذا کا موجب ہے۔ (حسن العزیز صد ۲۲۲)

ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد ایک صاحب سے حضرت تخلیہ کی گفتگو فرما رہے تھے۔ ایک صاحب پاس آکر بیٹھ گئے اور کچھ کہنا چاہا۔ حضرت نے فرمایا کہ جہاں دو آدمی بیٹھے تخلیہ کی باتیں کر رہے ہوں وہاں بلا اجازت آکر بیٹھنا شرعاً گناہ ہے، یہ سن کر وہ سلام کر کے چلے گئے۔ فرمایا: یہ دیکھئے، کہا یہ تھا کہ اس طرح آکر بیٹھنا گناہ ہے، بس سلام کر کے اٹھ کر چلے گئے۔ یہ نہ ہوا کہ ان کے فارغ ہونے کے بعد مل لیتے۔ اب مجھے بد اخلاق کہتے ہوں گے۔ حکم شرعی سے بھی اطلاع نہ کرتا، ایسی خوش اخلاقی تو نہیں کر سکتا۔"

حضرت تھانوی قدس سرہ ہر کام کو انتظام سے کرنے پر بے حد زور دیتے تھے۔ فرمایا: "انتظام بڑی برکت کی چیز ہے۔ ہر کام میں انتظام کی ضرورت ہے اگر میں یہ خاص قواعد اور اصول منضبط نہ کرتا تو اس قدر کام نہ ہو سکتا تھا۔ بہت وقت فضول ضائع اور بیکار ہی جاتا۔ یہ سب انتظام کی برکت ہے اور یہ سب اسلام کی ہی تعلیم ہے۔ مسلمانوں نے اسکو چھوڑ دیا ہے۔ غیر قوموں نے اختیار کر لیا ہے، راحت میں ہیں۔" (الافاضات الیومیہ جلد ۲ صد ۱۷۲)

گھر میں ایک چیز جہاں سے اٹھاتے تھے اسکو وہیں رکھ دیتے اس سے ایک تو چیز کو تلاش کرنے میں جو ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ اس سے بھی بالکل محفوظ تھے، دوسرے وقت کا ضیاع بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس بات کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: "لوگوں کو تو عادت نہیں صفائی اور انتظام کی، الجھی ہوئی طبیعتیں ہیں، میرا تو گھر میں بھی یہی معمول ہے کہ جو چیز جہاں سے اٹھاتا ہوں وہیں خود رکھتا ہوں، مثلاً قلمدان، دیا سلائی گھر میں جہاں سے اٹھاتا ہوں وہیں خود رکھتا ہوں۔ دوسرے پر اس کام کو نہیں چھوڑتا ہوں۔ (الافاضات الیومیہ جلد ۲ صد ۴۰)

ایک مرتبہ کسی چیز کو حضرت قدس سرہٗ نے ایک خاص جگہ رکھا تھا، اٹھانے والے نے دوسری جگہ رکھ دیا۔ ڈھونڈنے میں دقت ہوئی۔ فرمایا: میرے اصول ہیں کہ جہاں سے جو چیز اٹھاؤ اس کو وہیں رکھ دو۔ لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختی کرتا ہے۔ دیکھئے یہ پریشانی ہوتی ہے۔ گو تھوڑی ہی پریشانی ہے، لیکن کوئی کسی مسلمان کو دوسرے کے فعل سے یہ پریشانی ہو، کیا مشکل ہے کہ جو چیز جہاں سے اٹھاؤ وہاں رکھ دو۔" (حسن العزیز جلد اول ص ۱۴۲)

حضرت تھانوی قدس سرہٗ اپنی راحت سے زیادہ دوسروں کی راحت اور آسانی کا کسقدر خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے۔ فرمایا: "میں تو یہاں تک خیال رکھتا ہوں کہ لفافہ میں جو خط رکھتا ہوں، اس میں بھی اس کا خیال رہتا ہے کہ کہیں نشیب و فراز نہ رہے، مناسبت کے ساتھ کاغذ موڑ کر رکھتا ہوں، یوں جی چاہتا ہے کہ کسی کو ذرا سی بھی الجھن نہ ہو۔" (الافاضات ج ۴ ص ۴۰)

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بار بار اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ہماری آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے نزدیک اس مسئلہ کا حل یہ تھا کہ جو چیز ہمارے اختیار میں ہے اسکو کم کرنے کی کوشش کریں اور اپنے روپے کو طریقہ سے خرچ کریں، لیکن اس مسئلہ کے سب سے اہم پہلو کی جانب سب سے زیادہ زور دیتے تھے یعنی آمدنی جائز ہو۔ فرمایا: "ہم لوگوں کے کسی کام میں بھی سلیقہ نہیں رہا، کچھ ایسی بے حسی چھا گئی ہے، آمدنی کو دیکھو تو اس میں جائز ناجائز کی پرواہ نہیں۔ خرچ کو دیکھو تو اس میں موقع محل کا کہیں پتہ نہیں، اس کے متعلق میرٹھ کے ایک رئیس زادے نے عجیب بات کہی، کہتے تھے کہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو چیز غیر اختیاری ہے یعنی آمدنی اسکی تو فکر کرتے ہیں، اور جو چیز اختیاری ہے، یعنی خرچ کم کرنا، اسکی فکر نہیں، بڑے کام کی بات کہی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ آمدنی مسلمانوں کی کچھ کم نہیں، بشرطیکہ طریقہ سے ضرورت میں صرف کریں تو کبھی پریشانی نہ ہوگی۔" (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۶۳۴)

مہمان نوازی مسلمانوں کا ایک مذہبی شعار ہے، لیکن وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے اس میں بھی تکلفات اور رسومات کو شامل کر لیا جس سے مہمان نوازی میں بھی بہت خلل پیدا ہو گیا۔ عام طور پر ایک رواج یہ ہو گیا ہے کہ مہمان کے لئے اپنی پسند کا کھانا تیار کیا جاتا ہے حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ مہمان کی پسند کو فوقیت دی جائے۔ مثلاً اگر میزبان مرغ پسند کرتا ہے لیکن مہمان کو چاول پسند ہیں تو لازمی امر ہے کہ مہمان اس دعوت سے لطف اندوز نہیں ہو سکے گا۔ حضرت تھانویؒ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ مہمان کی مرضی اور اس کے مذاق کے موافق کھانا تیار ہونا

چاہیئے۔ فرمایا: "خدا جانے یہ رواج کیا ہے کہ مہمان کے لئے کھانا اپنے مذاق اور خواہش کے موافق پکاتے ہیں، حالانکہ موٹی سی بات ہے کہ جب اس سے خوش کرنا مقصود ہے مہمان کا تو اس کے مذاق کے موافق ہونا چاہیئے ورنہ اسکی خوشی تو نہ ہوتی۔ یہ تو اپنی خوشی ہوئی۔ فرض کرو کسی کو چاول نقصان دیتے ہیں، تو کیا یہ انسانیت ہے کہ چاول اسکو ضرور کھلائے جائیں۔ اگر اسکو چاول سے نقصان ہوا تو یہ کیا مہمانی ہوئی۔ مگر رسوم ایسے غالب آئے ہیں کہ اسکی کچھ پرواہ نہیں۔ میرے نزدیک مہمان کو وہی چیز کھلانی چاہیئے جو اسکو مرغوب ہو لیکن ایسا نہیں کیا جاتا۔" (حسن العزیز جلد ۴ ص ۱۹۹)

لیکن مہمان نوازی کے بارہ میں حضرت قدس سرہٗ کو یہ بات بالکل ناپسند تھی کہ مہمانوں کی فوج ہی میزبان کے گھر پہنچ جائے۔ چنانچہ فرمایا۔ "آجکل معاشرت تو اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ اسکی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کی جاتی کہ ہماری اس بات سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچے گی یا اسکی پریشانی کا سبب ہوگا۔ اب مہمان داری ہی کو لیجئے، گاڑیاں، چھکڑے بھر بھر کر میزبان کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس غریب کے گھر کھانے کو ہے یا نہیں خصوصی طور پر کسی کی بیماری یا موت کے موقع پر تو ایسا کرنا بہت ہی ظلم اور بے رحمی کی بات ہے۔" (الافاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۱۷)

بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ میزبان نے کھانا ختم کر دیا ہے لیکن مہمان کی بھوک ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ مہمان بیچارے کو بھی اپنا کھانا ختم کرنا پڑتا ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ مہمان کے ساتھ ساتھ کھانا چاہیئے تاکہ مہمان کو اکیلے کھانے پر شرمندگی نہ ہو۔ فرمایا: لوگوں نے معاشرت کے متعلق تو سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ شریعت نے طرزِ معاشرت کو نہایت مکمل بنایا ہے۔ (مقالاتِ حکمت ص ۱۲۷)

علمی و دینی مجلہ — صدائے اسلام — پشاور

ماہنامہ سے ہفت روزہ

۷ر اپریل ۱۹۷۱ء سے ہفت روزہ کی شکل میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔ ہر شمارہ میں مفید علمی و اصلاحی مضامین۔ سائز ۲۰×۳۰/۴ صفحات ۸۔ سالانہ چندہ آٹھ روپے، فی پرچہ ۲۰ پیسے

زیر ادارت محمد اشرف علی قریشی

ہفت روزہ صدائے اسلام جامعہ اشرفیہ پشاور